یہ رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ
قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء مطابق شوال المعظم سنہ ۱۳۳۸ ہجری نمبر ۷

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے ۲ روپے ۸ آنے
غیر ممالک سے ۲ روپے
طلباء سے ۲ روپے

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✤ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض حال

میں نے ۵ ماہ جولائی کو شائع ہونے والے تشحیذ کا مضمون ۳۱ مئی کو امرتسر بھیج دیا۔ جہاں ایک کاتب صاحب نہایت مہربانی سے رسالہ لکھ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہیں تو بڑے صادق الوعد مگر اس دفعہ انہیں کچھ ایسی مشکلات پیش آئیں کہ مجھے اپنی مجبوریوں کی اطلاع بھی نہ دے سکے۔ آخر میرے بہت سے تاکیدی خطوط کے جواب میں ان کا ایک ہی حوصلہ شکن مکتوب ۳ جولائی کو پہنچا۔ کہ میں آپ کا مرسلہ مضمون تا حال ایک صفحہ بھی نہیں لکھ سکا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس وقت میرے دل کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی دو روز باقی ہیں۔ رسالہ لکھوانا بھی ہے۔ چھپوانا بھی۔ پھر سلوانا اور بھجوانا آخر یہاں قادیان ہی میں چند کاتبوں سے رسالہ لکھوایا۔ اور جس قدر جلد ممکن ہوا تیار کرکے بھیجا جاتا ہے۔ خدا کرے تشحیذ جس کا نہ اپنا کوئی مطبع ہے نہ کاتب بلکہ اس کے چھپوانے کے لئے فنڈ بھی ساتھ نہیں دیتا۔ اس قسم کی مشکلات سے محفوظ رہے اور بدستور علمی مضامین کو لئے ہوئے بلا ناغہ نکلتا رہے خواہ احباب اسکی قدر کریں یا نہ کریں میں تو اپیل کرتے کرتے تھک گیا۔ اور اب تو معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہے ✤

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر سیدنا مرزا محمود احمد صاحب نے (جو اب بفضل قادر علام ہمارے خلیفۃ المسیح ہیں) ایک مضمون لکھا تھا۔ جسمیں ان اعتراضات کے مدلل جواب تھے۔ جو حضرت مسیح موعود کی وفات اور بعض پیشگوئیاں (مثلاً عبدالحکیم والی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ۔ مرزا احمد بیگ والی۔) کے متعلق کئے جاتی ہیں یہ مضمون مع الوصیت تشحیذ کے ایک نمبر میں اعلیٰ خوشخط ڈمی چکنے کاغذ پر چھپا تھا۔ تشحیذ کا یہ نمبر ختم ہو چکا تھا۔ مگر دو تین رسالے اتفاق سے مل گئے جو صاحب چاہیں ۸ فی جلد کے حساب سے منگوالیں۔ پھر دوبارہ قسمت ہی سے طبع ہوگا۔

منیجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

تفسیر سورۃ الکوثر

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۝

تحقیق عطا کی ہم نے تجھے کوثر۔ پس نماز پڑھ اپنے پالنے والے کیلئے اور قربانی کر۔ بیشک تیرا دشمن جو ہے وہی بے نسل ہے۔

یہ سورۃ مکی ہے یا بقول بعض مدنی۔ اسمیں تین (۳) آیتیں ہیں۔ دس (۱۰) الفاظ بیالیس (۴۲) حروف ہیں ✦

روایت ہے کہ جب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ تو آپ نے سنایا کہ شب معراج میں نے ایک نہر دیکھی۔ جسکے ارد گرد موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ جو خالی تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ کوثر ہے۔ (بخاری)

ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک سر نیچے رکھا۔ پھر سر اٹھا کر تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ کہ ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ پھر سورۃ کوثر تلاوت فرمائی (مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ احمد۔ بیہقی)

شان نزول بعض کا خیال ہے۔ کہ یہ سورت مقام حدیبیہ میں نازل ہوئی۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے اصحاب حج بیت اللہ سے روکے گئے۔ اسوقت خدا تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ نماز پڑھ کر قربانی کر دو۔ اور واپس مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (جامع البیان)

ایک یہ روایت یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں باب الصفا سے داخل ہو کر باب المروہ سے باہر نکل رہے تھے۔ عاص ابن وائل سامنے آیا۔ پھر لوگوں نے عاص سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا۔ تو اس نے گستاخی سے کہا۔ کہ یہ ابتر (بے نسل) تھا۔ اسوقت خداوند رب العزت نے یہ مبارک سورت نازل فرمائی۔

یہ روایت بھی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے قاسم کا جنازہ لیجا رہے تھے۔ اسوقت عاص ابن وائل نے کہا کہ اب یہ شخص ابتر ہو گیا۔ اسوقت یہ سورۃ اُتری۔

یہ بھی مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو کچھ تبلیغ فرما رہے تھے۔ اس اجنبی شخص نے حضور کے متعلق پوچھا۔ تو عاص ابن وائل نے کہا کہ یہ ابتر ہے۔ تب یہ سورت نازل ہوئی۔

یہ زیادہ مشہور شان نزول ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے بڑے حضرت قاسم تھے پھر زینب، پھر عبداللہ، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ۔ پھر رقیہ رضی اللہ عنہم سب سے پہلے اول مکہ میں حضرت قاسم ہی فوت ہوئے۔ پھر عبداللہ اسوقت عاص ابن وائل نے طعنہ دیکر کہا کہ اب یہ شخص ابتر (بے نسل) ہو گیا۔ کوئی اولاد نرینہ اس کی نہ رہی۔ جو نسل بڑھنے کا ذریعہ ہو۔ اسوقت غیرت خداوندی نے اپنے حبیب پاک کی جانب سے مدافعت کی۔ اور سورۃ کوثر نازل فرمائی۔ (ابن عساکر)

بہر حال اس مبارک سورت میں رب العزت نے اپنے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک مدافعت کی ہے اور آپکے دشمن و معاند کی خرابی کی خبر اور حضور کی عزت و عظمت اور بڑے بڑے خدائی الطاف کی بشارت دی ہے۔ اسی مضمون کو حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

وحباه الاله بالكوثر الاك ... برفيه النعيم والخيرات

کوثر کے معنی لفظ کوثر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس طرح نوفل وجوہر بروزن فوعل۔ اس کے معنی

ہیں۔ "بہت کثیر" جسکے لئے یہ محاورۂ عرب شاہد ہے کہ ایک عورت کا لڑکا جب سفر سے واپس آیا۔ تو لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا لیکر آیا۔ عورت نے کہا "آب بکوثر" بہت کچھ لیکر آیا ہے نیز مرد سخی کثیر العطاء کو بھی کوثر کہتے ہیں۔ کمیت مشہور عربی شاعر کہتا ہے :۔

وانت کثیر یا ابن مروان طیبٌ ٭ وکان ابوک ابن الفضائل کوثرا

پس کوثر کے معنی ہیں "بہت ساری چیز" "بہت کچھ" "بہت زیادہ" "مرد سخی بہت دینے والا"

کوثر سے مُراد کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ دودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں۔ برف سے زیادہ سرد۔ جو ایک بار اس کا پانی پیئے۔ کبھی تشنہ نہو گا۔

بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ کوثر ایک حوض ہے۔ یہ بھی آتا ہے کہ دو حوضیں ہیں دونوں ہی کا نام کوثر ہے۔ ایک روایت ہے کہ کوثر بہت وسیع ہے۔ اسکے چاروں کناروں پر چار یار رضی اللہ عنہم تشریف رکھتے ہونگے۔ اور حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم خاص شان سے اس حوض پر جلوہ فرما ہونگے اور اپنی اُمت کو سیراب فرمائینگے۔ اپنے خاص محبوب اور محبوں کو جام یا گلاس کی بجائے اپنے دست مبارک اور لب سے پانی پلائینگے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ فرشتے بعض لوگوں کو دوزخ کی طرف لیجائینگے۔ حضور نبی کریمؐ حوض کوثر پر سے ان کی حالت ملاحظہ فرما کر کہینگے۔ کہ یہ تو میرے دوست ہیں۔ انکو کہاں لیجاتے ہو فرشتے عرض کرینگے۔ کہ حضور انہوں نے آپ کے بعد بہت کچھ دین میں تغیر اور بدعتیں پیدا کی تھیں اسوقت حضور فرمائینگے۔ کہ دور کردان کو۔ دُور کردان کو۔

اسی کے قریب وہ روایت ہے۔ جس کو بخاری نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضور فرماتے ہیں۔ میری اُمت میں سے بعض لوگوں کو پکڑ کر جہنم کی طرف لیجایا جائیگا۔ میں کہونگا۔ اے رب یہ تو میرے دوست ہیں۔ کہا جائیگا۔ آپ کو نہیں معلوم۔ کہ انہوں نے آپکے بعد کیا کیا۔ پس میں اسی طرح کہوں گا۔ جس طرح عبد صالح (حضرت عیسٰی) نے کہا اے پروردگار جب تک میں انمیں تھا۔ انپر نگران رہا۔ جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ بہرحال اس مبارک نہر یا حوض سے جس کو چاہینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فیضیاب اور سیراب فرمائینگے ؎

(۲)۔ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ اور حضور ہی کی ذات اقدس سے مخصوص ہے۔ یہ خیر کثیر کسی اور کو نہیں دی گئی۔ یعنی وہ فضائل و کمالات جو حضور کی مقدس ذات میں رکھے گئے؛ بحیثیت مجموعی کسی میں نہیں پائے جاتے نہ آئندہ کسی میں پائے جائینگے۔

(۳) حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد بھی کوثر ہے۔ باوجود اسکے کہ معاندین نے سادات کرام کو بہت کثرت سے قتل کیا۔ مگر پھر بھی دنیا کے گوشہ گوشہ میں سادات کرام موجود ہیں۔

(۴) حضور کے صادق علماء اُمت بھی کوثر ہیں جو ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اور جن کی شان میں حضور نے فرمایا:۔ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ کہ میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مثیل ہیں۔

(۵) حضور کی نبوت بھی کوثر ہے جو عام طور پر کل دُنیا کے لئے ہے۔ اور ہر زمانہ اور ہر قوم اور ہر مقام کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ اور وہ کامل اور زبردست فیض اپنے اندر رکھتی ہے جو کسی نبی کی نبوت میں نہ تھا۔ اور نہ ہو گا۔ نبوت کے نقطۂ کمال تک حضور پہونچ گئے ہیں۔ آپ کی ذات والا صفات پر رسالت و نبوت کو فخر و ناز ہے۔ آپ کی نبوت ہمیشہ کے لئے جاری ہے آپ نبی الانبیاء خاتم الانبیاء اور مرکز فیضان الٰہی ہیں۔ تمام روحانیت کے پیاسے آپ ہی سے سیراب ہوتے ہیں۔ آپ کے فیضان سے ولی۔ قطب۔ صدیق، شہید، نبی پیدا ہوتے اور ہو سکتے ہیں۔ اور آپ ہی کی رُوحانی توجہ نبی تراش ہے۔

(۶) حضور پر نازل ہونیوالا پاک اور مقدس قرآن بھی کوثر ہے۔ جس کے عجائب اور معارف لامحدود ہیں۔ جسکے حقایق و نکات بے حد پسندیدہ اور معقول و محبوب ہیں۔ جسکے علوم و انکشافات حقیقت کی روح اور روحانیت کی جان ہیں۔

(۷) حضور کا لایا ہوا دین برحق اسلام بھی کوثر ہے۔ جو دُنیا کے لئے امن و امان کا رہبر اور دائمی راحت و آرام کا باعث ہے۔ تسلی اور رُوحانی مسرتوں کا مدار اور ہمیشہ کی فلاح کا ذریعہ ہے۔

(۸) تمام انبیاء کی اُمتوں سے حضور کی اُمت کا زیادہ ہونا بھی ایک کوثر ہے۔

(۹) حضور کی رفعت ذکر اور عالم کے گوشہ گوشہ میں شہرت بھی ایک کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔

(۱۰) حضور کا وسیع و محیط علم بھی کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اوّلین و آخرین کے علوم پر مطلع فرمایا تھا ؛

(۱۱) حضور کے اخبار بالغیب یعنی پیشگوئیاں بھی کوثر ہیں۔ جن کا وسیع سلسلہ قیامت تک چلا جاتا ہے ہزاروں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ اور آئندہ ہونگی۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے حضور کی بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھی ہیں۔ اب دیکھتے ہیں اور دیکھینگے۔ اسی سورت کوثر میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ جو پوری ہو چکی ہیں۔ مثلاً کوثر سے مراد کثرت اُمت لی گئی۔ تو یہ پیشگوئی ہوئی کہ آپ کی اُمت ترقی کریگی۔ اور بڑھیگی۔ اور کثرت سے لوگ آپ کو قبول کرکے آپ کی غلامی میں داخل ہونگے۔ چنانچہ تیرہ سو برس سے پہلے کی پیشگوئی کا ظہور اسوقت بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پس یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ مخالفین و منکرین بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ پھر وانحر کے لفظ میں حضور کو قربانی کا حکم ہے۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ حضور کے پاس اتنا مال ہو جائیگا۔ کہ آپ قربانی پر قادر ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تاریخ اس کی شہادت دے رہی ہے۔ پھر اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ سے بتایا گیا۔ کہ آپ کا دشمن ہلاک اور بے نسل ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا۔ آج حضور کی نسل سے صدہا ہزارہا سادات موجود ہیں۔ مگر آپ کو بے نسل کہنے والے کی نسل کا پتہ بھی نہیں۔ نہ اس کا کوئی نام لیوا دنیا میں کہیں پایا جاتا ہے۔ پس یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔

(۱۲) حضور کا خُلقِ حسن بھی کوثر ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ انک لعلیٰ خُلقٍ عظیم۔ حضرت عائشہ رضہ سے کسی نے پوچھا۔ حضور کا خُلق کیا ہے۔ تو حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ تم مجھے بتاؤ کہ دُنیا میں کس قدر چیزیں ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ سب چیزوں کو میں کیونکر شمار کر سکتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ تم دنیا کی چیزوں کو گن کر نہیں بتا سکتے۔ جن کو خدا نے قلیل فرمایا ہے۔ تو میں کیونکر حضور کے خُلق کو پورا پورا بتا سکتی ہوں۔ جس کو خدا نے عظیم فرمایا غرض حضور کے اخلاق کریمہ کوثر تھے۔ جن سے ہر چھوٹا بڑا ادنیٰ اعلیٰ متمتع ہوتا تھا۔ اور

جانی دشمن۔ خون کا پیاسا بھی جنھیں دیکھ کر گرویدہ و دلدادہ ہو جاتا تھا۔

(۱۳) حضور کے معجزات اور خوارق اور نشانات بھی کوثر ہیں۔

(۱۴) حضور کا مقام محمود و مقام شفاعت بھی کوثر ہے۔ قیامت کے دن سب کی نظریں حضور کی طرف لگی ہونگی۔ حضور ہی شفاعت عظمیٰ کے مقام پر کھڑے ہونگے۔ اور حضور کی شان اعلیٰ دارفع دونوں جہان کے سامنے ظاہر ہو جائیگی۔

(۱۵) حضور کی دعاؤں میں جو قبولیت کا رنگ ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ اور کسی کی دعاؤں میں نہیں۔ آج تیرہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گذرا۔ لیکن آج تک آپ کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور ہمیشہ ہوتی رہینگی۔ یہ بھی کوثر ہے۔

(۱۶) حضور کی عظیم الشان فتوحات بھی کوثر ہیں۔ حضور کو وہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ جو کبھی انسان کو حاصل نہیں ہوئیں۔ دُنیا میں بڑے فاتح سکندر اور نپولین ہوئے ہیں۔ مگر ان کی فتوحات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ نپولین کی مدد کرنیوالی اس کی قوم تھی۔ فرانس ایک مدت تک غلامی کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ اور اُسے ایک لیڈر کی ضرورت تھی۔ اسلئے نپولین کامیاب ہو گیا۔ اسی طرح سکندر خود بادشاہ تھا ؛

پھر ان کی فتوحات کب تک رہیں۔ نپولین نے تو اپنی زندگی میں ہی نتیجہ دیکھ لیا۔ اور سکندر کے آنکھ بند کرنے پر اسکی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ انکے مقابلہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم وہ انسان تھے۔ جو تن تنہا تھے۔ ساری قوم دشمن تھی۔ سولہ سترہ سال کے عرصہ میں جاکر آپ کے ساتھ کچھ جتھا ہوا۔ مگر آپ کو ایسی فتوحات ہوئیں۔ جو اب تک ختم نہیں ہوئیں۔ جس طرح ایک گاڑی تیز چلاکر چھوڑ دی جائے۔ تو وہ خود ہی بھاگتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح حضور کی فتوحات ہیں۔ جو آج تک خود بخود ظاہر ہو رہی ہیں ؛

(۱۷) حضور کی ترقی درجات بھی کوثر ہے۔ آیت وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کے ماتحت حضور کے مدارج عالیہ میں ہر روز ہر ساعت ہر آن ترقی ہو رہی ہے۔

(۱۸) الدال على الخير كفاعله کے رُو سے حضور کی اُمّت نے جسقدر اعمال صالح کئے۔

ان سب کا اجر حضور کو بھی ملتا ہے۔ اور اُمت کے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بہر روز بلکہ ہر آن کروڑوں اعمال صالحہ کا اجر حضور درگاہ خداوندی سے پاتے ہیں۔

ہر ایک نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقہ و خیرات بلکہ ہر چھوٹی بڑی نیکی جو افراد امت سے ظہور میں آتی ہے۔ اس میں حضور کا اجر بھی آناً فاناً بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی کوثر ہے۔

(۱۹) حضور کی اُمت میں ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوتا ہے۔ جو اُمت کے لئے دین کو تازہ کر دیتا ہے۔ اور قوم میں ایک نئی رُوح پھونک دیتا ہے۔ چنانچہ ایسے مجددین اب تک ہوتے آئے ہیں۔ نیز خدا کے پیارے اور مقرب بندے بکثرت حضور کے فیض سے پیدا ہوئے ہیں مثلاً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین۔ تبع تابعین۔ پھر ائمہ ہیں۔ جیسے حضرت امام ابوحنیفہ۔ امام شافعی۔ امام مالک۔ امام احمد حنبل شیوخ میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی بغدادی حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبندی۔ حضرت شہاب الدین سہروردی وغیرہم بزرگان دین۔ پھر اس چودھویں صدی کے مجدد اعظم امام مہدی مسعود سیدنا مسیح موعود حضرت احمد قادیانی علیہ و علی مطاعہ السلام جنھوں نے حضور کی شان دنیا کو دکھادی۔ اور حضور کے فیضان کا آئینہ بنکر دنیا کے دلوں کو منور اور آنکھوں کو روشن کر دیا حضرت احمدؑ نے فرمایا:۔

لیک آئینہ ام زرب غنی ✤ از پئے نور آں مہِ مدنی

یہ رُوحانی اولاد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو روشن کر رہی ہے۔ یہ بھی کوثر کا ظہور ہے۔ اور جب تک دنیا ہے۔ اسی طرح یہ ظہور ہوتا رہے گا ؛

(۲۰) انّ اللہ و ملائکتہ یصلّون علی النبی۔ یہ آیت پکار پکار کر بتا رہی ہے۔ کہ آسمان پر ایک جوشش رہتا ہے۔ اس امر کے لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب و مدارج میں ترقی ہو۔ اور آپ کی کامیابیاں بڑھیں۔ اس لئے خود اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر ساعت اور ہر آن حضور کے مدارج و مراتب میں کسقدر ترقی ہو رہی ہے ✤

(۲۱) کوثر اس آدمی کو بھی کہتے ہیں۔ جو بہت بخشش اور عطا کرنیوالا ہو سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ کہ جب مسیح آئیگا۔ تو لوگوں میں اتنا مال لٹائیگا۔ کہ کوئی لینے والا ہی نہ رہیگا۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے یہ مراد ہوگی۔ کہ ہم نے تیرے لئے تیری اُمت میں سے ایک ایسا آدمی مقرر کیا ہے۔ جو نہایت سخی اور بہت بخشش کرنیوالا ہوگا۔ اسمیں مسیح موعود کی پشگوئی ہے۔

حضرت سیدنا مسیح موعود فرماتے ہیں:-

آیت انا اعطینٰک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جسکے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئیگا۔ یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے۔ اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائینگے"۔

پس اس زمانہ میں کوثر کا ظہور حضرت سیدنا امام مہدی و مسیح موعود کے ذریعہ ہوا۔ ہزاروں تڑپتے دل مطمئن ہوئے سِسکتی جانیں مسرور ہوئیں۔ اسلام کی صداقت کے جھنڈے بلند ہوئے محمد رسول اللہ کی شان و شوکت کے نقارے بجے۔ فیضان محمدی کے چشمے رواں ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ جبکہ خدا تعالےٰ نے ایسے ایسے احسانات کئے ہیں۔ پس تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھ۔ یعنی خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور فضلوں کے شکریہ میں نماز پڑھ۔ نماز تمام عبادتوں میں بہتر اور شکر ادا کرنے کا سب سے اچھا ذریعہ ہے۔ کیونکہ نماز شکر ادا کرنے کے تینوں طریق لسانی۔ قلبی۔ جوارحی کے لئے جامع ہے۔

وَانْحَرْ اور قربانی کر۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ دعا میں سینہ تک ہاتھ اٹھا۔ یہ بھی کہ قبلہ کی طرف سینہ کر (یعنی قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز ادا کر) عرب کے محاورہ (منازلھم تتناحر) سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ ایک شاعر بھی کہتا ہے:-

ابا حکیم ھل انت عم مجالد ❊ و سید اھل الابطح المتناحر

یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ۔ یہ بھی کہ قربانی کے دن دعا کر۔ یہ بھی کہ تکبیر افتتاح میں ہاتھ اٹھا۔ اسی کے قریب قریب اور معانی بھی بیان کئے گئے ہیں

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ بے شک تیرا دشمن جو ہے۔ وہ بے نسل ہے۔ اجگہ

دشمن سے مراد عاص ابن وائل یا ابوجہل یا عتبہ ابن منیط ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے تجھے بے نسل کہا۔ وہ خود بے نسل ہے۔ اس کی اولاد کا سلسلہ نہیں چلیگا۔

یہ پیشگوئی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی جس نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو مقطوع النسل کہا تھا۔ وہ خود مقطوع النسل ہو گیا۔ آج دنیا میں کوئی اس کا نام لیوا نہیں اس کی اولاد میں کوئی باقی نہیں۔ مگر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسل اب تک دنیا میں بکثرت موجود ہے۔ باوجودیکہ اعداء نے بہت سے سادات کرام کو قتل کرایا ہے۔ اور ہر طرح سے مٹانا چاہا۔ لیکن یہ بات سچ ہوئی کہ :-

جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔

اسرار کوثر

سُورہ کوثر کی تفسیر تصوف کے نقطہ نظر سے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ

خدائے حی وقیوم نے سیّد الوجود۔ روح الکون۔ سیّد الوریٰ۔ مولٰنا المصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا۔ اے محبوب ہم نے تجھے کوثر حقیقت عطا فرمائی ہے۔ اور دریائے جمال میں استغراق اور منازل قرب میں رسائی بخشی ہے۔ ہم نے تجھے کوثر قلب عنایت فرمایا ہے۔ جس میں ہمیشہ مشاہدہ حق کے انوار و تجلیات ہیں۔ اور بحر اسرار الٰہیہ موجیں مارتا ہے۔ جو ہر آن بڑھتا جاتا ہے۔ اسی لئے صاحب کوثر صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دُعا میں یہ ورد فرمایا۔ ربّ زدنی علما۔ خداوند قدوس نے بھی ارشاد کیا۔ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ میرے محبوب تیرے لئے ہر آئندہ ساعت ہر گذشتہ ساعت سے بہتر ہے۔

یہ اسی لئے فرمایا کہ بحر اسرار کی شناوری آناً فاناً زیادہ ترقی و کمال میں بڑھتی جاتی ہے۔ عارف رومی نے خوب کہا ہے ؎

اے برادر بے نہایت در گہیست ❊ آنچہ بروے میرسی بروے مائیست

کیونکہ جب امام اور مقتدا آگے بڑھتا جاتا ہے۔ تو سلسلۂ فیضان میں ظل و عکس کے رنگ میں مقتدیوں کو بہ تبعیت امام قدم آگے بڑھانا چاہیئے

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ انا اعطینٰک الکوثر کے معنی یہ ہیں۔ ہم نے تجھے ایک نورِ قلب عطا کیا جس نے تجھے ہم سے واصل اور غیر سے منقطع کر دیا۔ اور ہم نے تجھے سرِ ربوبیت کی معرفت بخشی ہے۔

حضرت جنید فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب ہم نے تجھے نورِ معرفت عطا کیا ہے۔ اور انفراد و وحدانیت کے اسرار تجھ پر منکشف فرمائے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی یوں تفسیر کرتے ہیں

کوثر سے مراد معرفت کثرت بواسطۂ وحدت ہے۔ کیونکہ معرفت کا طریق اعلیٰ یہی ہے۔ کہ بطور برہانِ لمّی استدلال کیا جائے یعنی علت سے معلول کی شناخت حاصل کی جائے۔ یہی کاملانہ معرفت اور عارفانہ کمال ہے ❊

حضرت سیدنا المسیح الموعود علیہ السلام نے فرمایا

العاقلون بعالمین یعرفونہ ❊ والعارفون بہ عرفوا اشیاء

اہلِ علم عالم و کائنات کے ذریعہ خالق عالم خدا کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اور صاحبانِ عرفان خدا کے واسطہ اور ذریعہ سے تمام اشیاء کو دیکھتے اور انکی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ وہ عین کثرت میں علم توحید تفصیلی کا مشاہدہ اور وحدت کا شہود حاصل کرتے ہیں۔ جس راہ پر عارفانہ قدم اٹھاتے ہیں وہ نہیر متزلزل اور متمحض ہے۔ وہ فائز و کامیاب اور منزل پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اشیاء فانیہ کی عینک لگا کر وجودِ حقیقی کی رویت کا طالب اُنسے بہت پیچھے ہے۔ ہمارے آقاء نامدار کائنات

کے سردار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہو۔ کوثر معرفت اپنے دل عرفان منزل میں رکھتے ہیں۔ جس کی نظیر ناممکن ہے۔ اور اسی بحر عرفان سے تمام پیاسے سیراب ہوتے ہیں (فداک روحی یا رسول اللہ صلعم)

یا معین فیض اللہ والعرفان ٭ یسعیٰ الیک الخلق بالکیزان

میں بھی حاضر ہوں۔ تشنہ کام ہوں۔ مجھے سیراب فرما۔ تو بڑا داتا ہے۔ تیرا فیض عام ہے ؎

فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا ٭ آپ پیاسوں کی تجسس میں ہے دریا تیرا

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

اے محبوب جبکہ تو شاہد جمال میں مصروف ہے۔ تو اب کمال حضور کے ساتھ کامل نماز پڑھ۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبع کو حکم دیا۔ وَاَعْبُدُ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ اپنے رب کی اس طرح عبادت کر۔ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر تو اس کو نہیں دیکھتا۔ تو وہ تجھ کو بیشک دیکھ رہا ہے۔ اسمیں پہلے مرتبہ کا نام احسان اور دوسرے کا نام ایمان ہے۔ صاحب عرائس البیان نے کہا۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے معنی یہ ہیں کہ نورِ ربوبیت میں مل جا۔ اور اپنی ہستی و وجود کو قربان کردے۔ اور کشف مشاہدہ کے لئے تیار ہو جا۔ شیخ اکبر کے تفسیری الفاظ یہ ہیں:۔ وانحر انانیتک کون مع الحی بالفناء المصرف باقیاً ببقائہ ابداً فلا تکون ابتر فی وصولک وحالک و اتصال امتک الذین ہم ذریتک۔ یعنی میں کا گلا کاٹ دے۔ خودی گم کردے۔ حی و باقی کی بقا کے ساتھ بقا حاصل کر۔ تو وصول الی اللہ میں۔ اپنے حال میں۔ اپنی امت کے اپنے ساتھ ملنے میں ابتر نہ ہوگا۔ بلکہ برکت دیا جائیگا ٭

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

بیشک تیرا دشمن جو ہے۔ جو تیرے حال کے خلاف حال پر ہے۔ وہ ابتر ہے۔ ہماری لقا سے بے بہرہ ہے۔ اس کے حمار نفس کی دم قسل کاٹی گئی۔ کیونکہ یا رسول اللہ اعمال صالحہ۔ احوال صادقہ۔ اخلاق روحانیہ۔ اوصاف ربانیہ۔ آپکی فیضانی نسل ہے۔ آپ کے دشمن کو یہ کہاں نصیب

وہ تو ابتر اور بدتر ہے ؎

ایک صوفی صافی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو رحمت جامعہ کا لباس پہنایا ہے۔ آپ ہی مظہر رحمت کلیہ ہیں۔ ہر مقام پر آپ کا فیضان ہے۔ آپ کو علم الاحکام اور علم الحقائق حاصل ہے۔ پس آپ فنا و تسلیم کی مسجد میں نماز پڑھیں۔ جو مسجد ابراہیمی ہے۔ اور یہ نماز حضور اور مشاہدہ کے رنگ میں ہو ؎

اور اپنے بدن کے اونٹ کو طریق خدمت میں قربان کر دیں۔ اور طبیعت کے اونٹ کو راہ عفت میں ذبح کر دیں۔ اور نفس کے اونٹ کو جوانمردی و فتوت کے راستہ میں۔

آپ کے دشمن توئی نفسیہ اور آفاقیہ کی اعقاب کاٹی گئی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ :-

فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین ط

محفوظ الحق۔ علمی قادیان

گوشِ دل سے یہ سنیں حلقہ بگوشانِ نبیؐ — میری اُمت میں نبیؐ ہو۔ یہ ہے فرمانِ نبیؐ
زندہ رہتا جو مرا بیٹا تو ہوتا وہ رسُول — تیرہ سو ۱۳۰۰ سال سے شائع ہے یہ اعلانِ نبی
آپؐ کے بعد نبی کوئی نہیں ہونے کا — قائل اس بات کے ہرگز نہیں یارانِ نبی
یہ ہے باب رسالت یہ عقیدہ کیسا — جبکہ ثابت ہے احادیث سے امکانِ نبی
بانیٔ صدق و صفا مصلح کل ہیں حضرت — کیوں نہ سو جان سے دل ہو مرا قربانِ نبی
ہو ابوبکرؓ و عمرؓ حیدرؓ و عثمانؓ پہ سلام — ہیں جو یارانِ نبی یعنی کہ ارکانِ نبی
دوسرا سمجھے کہاں آپ کا منصب کیا ہے — حق تعالےٰ ہی کو معلوم ہے بس شانِ نبی
احمدی دین ہو دنیا میں الٰہی سب کا — ہر طرف آئیں نظر ہم کو غلامانِ نبی

ہم نے مانا کہ ہو تم تابع فرمان حافظ
ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے کہیں دامانِ نبی

(تسلیم احمد آبادی)

معصومیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید

کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معصوم نہ تھے۔ اور آپ بھی اور لوگوں کی طرح (نعوذ باللہ) گناہ سے ملوث تھے۔ اور تعجب یہ ہے۔ کہ اس دعویٰ مزعومہ کو اس کتاب سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو آپ کو صریح اور صاف لفظوں میں معصوم بیان کرتی ہے۔ چنانچہ فرمایا :- واللہ یعصمک من الناس۔ یعنی اللہ تجھ کو معصوم ٹھیراتا ہے۔ اور پھر جنہیں ان مخالفوں کو جو آپ کے تمام حالات سے واقف اور آپ کے سخت ترین دشمن تھے۔ ان الفاظ میں چیلنج دیا گیا تھا کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورہ یونس ع ۲) یعنی تم اس کا کوئی گناہ تو ثابت کرو۔ لیکن وہ باوجود آپ سے دشمنی رکھنے کے آپ کا گنہگار ہونا ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ اس چیلنج کو سننے کے بعد خاموشی اختیار کر کے آپ کے معصوم ہونے پر مہر لگا گئے۔

آنحضرت صلعم کی معصومیت کی دلیل

سو یہ خیال کرنا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے، پرلے درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔ اور قرآن سے جاہل مطلق ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں بالتصریح آپ کو معصوم ٹھیرایا گیا ہے۔ چنانچہ میں ایک ایسی آیت پیش کرتا ہوں۔ کہ جو نص صریح ہے۔ آپ کے معصوم ہونے پر۔ اور وہ یہ ہے :- إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا

(پارہ ۲۲ رکوع ۴)

تحقیق جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور ان کے لئے ذلیل کرنیوالا عذاب ہے۔ اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر ان کے کسی جرم اور گناہ کے۔ وہ ایک بہتان اور گناہ مبین کے

مرتکب ہوئے ہیں ؎

آیت مذکورہ میں دو گروہوں کو ایذا دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) اللہ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (۲) مومن اور مومنات۔ لیکن صرف دوسرے گروہ کے ساتھ ہی بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا کی قید لگائی گئی ہے۔ جس سے قطعی طور پر یہ نکلتا ہے۔ کہ گروہ اول یعنی اللہ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم) سے کسی قسم کے اکتساب کا امکان ہی نہیں۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ کے بارے میں تو غالباً مخالفین اسلام بھی یہ تسلیم نہیں کرتے ہونگے۔ کہ اس سے کسی قسم کا گناہ سرزد ہو سکتا ہے۔ آیت مذکورہ میں اللہ کے ساتھ ہی نبی کریمؐ کو ذکر کیا گیا ہے۔ تو یہ .. .. اسبات کے ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ جس طرح خدا تعالےٰ اکتساب گناہ سے پاک ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی پاک اور معصوم ہیں۔ (۴) خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کو مدِّ نظر رکھنا چاہیئے) ورنہ چاہیئے تھا کہ یا تو آپ کا دوسرے گروہوں کے ساتھ ذکر کیا جاتا۔ یا پھر وہیں رَسُوْلَهٗ کے ساتھ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبَ وغیرہ کی قید لگا دی جاتی۔ پس آپ کے دوسرے گروہ میں ذکر نہ کرنا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے ساتھ ذکر کرنا صاف طور پر آپ کے معصوم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اب میں اختصار کے طور پر ایک دو آیتیں ایسی بیان کرتا ہوں۔ جن سے ہمارے مخالفوں کو دھوکہ لگا ہے ؎

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ کے معنے

آیت اول:- اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورہ فتح ع۱)

قطع نظر اس کے کہ ذنب اور غفر آپ کے لئے کن معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسبات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ فتح مکہ اور آپ کے گنہگار ہونے کا آپس میں تعلق ہی کیا ہے۔ اس صورت میں تو یہ معنے ہونگے۔ کہ آپ چونکہ گنہگار ہیں۔ اس لئے ہم نے آپکو یہ فتح مبین عطا کی۔ کیا گناہ کا بدلہ فتوحات ہی ہوا کرتا ہے۔ فتدبروا۔

بلکہ اصل بات یہی ہے۔ کہ یہ دراصل آپ کی سچائی کی دلیل دی گئی ہے۔ اور وہ یوں کہ لوگ آپکو مفتری اور جھوٹا وغیرہ کہتے تھے۔ اور قسم قسم کے الزام آپ پر لگاتے تھے۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اگر واقعہ میں آپ ان الزامات کے مرتکب ہوتے۔ جو آپ کی طرف

منسوب کیے جاتے ہیں۔ تو کیونکر ممکن تھا۔ کہ آپ باوجود اکیلے اور بے سروسامان ہونے کے یہ عظیم الشان فتح حاصل کرلیتے۔ حالانکہ آپ کے مخالف کیا بلحاظ قوت وطاقت کے اور کیا بلحاظ تعداد کے اور کیا بلحاظ سروسامان کے آپ سے بڑھے ہوئے تھے۔ پس آپ کا اکیلے ہو کر اور بغیر کسی ظاہری طاقت و قوت رکھنے کے.. عظیم الشان مخالفوں کو زیر کرکے اس فتح مبین کا حاصل کرلینا دلیل ہے اس بات پر کہ نہ صرف ان الزاموں اور عیبوں سے آپ بری ہیں۔ جو کفار آپ پر لگاتے تھے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا بھی آپ سے نہایت گہرا تعلق.. ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن تھا۔ کہ آپ ان الزامات کے بھی مرتکب ہوتے۔ اور پھر غالب بھی آجاتے۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی ظاہری حکومت یا کوئی فوج ہوتی۔ یا کوئی اور ایسے دنیاوی ذرائع ہوتے کہ جو اس غلبہ کا موجب ہوسکتے۔ تب کوئی کہہ سکتا تھا کہ آپ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے کامیاب نہیں ہوئے لیکن واقف کار جانتے ہیں کہ آپ نے محض خدا کی مدد اور تائید سے ہی سب فتوحات حاصل کی تھیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ اور آپ کا خدا سے تعلق تھا۔ اور ظاہر ہے کہ گنہگار کو خدا کبھی محبوب نہیں رکھتا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ان تمام تہمتوں اور بہتانوں سے پاک ہیں۔ جو لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کے معنے۔

آیت ۲۔ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ ۔ (سورہ مومن ع) سو جاننا چاہیئے۔ کہ ذنب بشری کمزوری سے لیکر شریک باری جیسے گناہ عظیم تک کو شامل ہے۔ اب اگر کسی کے متعلق قرآن مجید میں ذنب کا لفظ استعمال کیا جائے۔ تو ہم اسکو وسیع نہیں کرسکتے۔ جب تک کہ اس ذنب کی کہیں تشریح نہ کردی جاوے۔ جیسا کہ کفار اور مشرکین وغیرہ کے متعلق بھی یہ لفظ آیا ہے۔ مگر ساتھ ہی قرآن نے انکی تشریح کردی ہے کہ وہ کفر یا شرک وغیرہ ہے۔ لیکن چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق صرف ذنب کا لفظ ہی آیا ہے اور کسی جگہ میں بھی اس کی ایسی تشریح نہیں کی گئی۔ کہ جس سے آپ کا گنہگار ہونا ثابت ہوسکتا ہو۔ اس لیے اسکے صرف یہ معنے ہونگے۔ کہ وہ کمزوری جو بشریت کو لازم ہے۔ کیونکہ محض لفظ ذنب مجبور نہیں کرتا۔ کہ اس کو ان معنوں سے وسیع کیا جائے۔ دوسرا لفظ استغفار

ہے۔ اسکے معنے بھی محض ڈھانپنے اور پردہ ڈالنے کے ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ جنتی لوگ کہینگے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ حالانکہ کوئی گنہگار بھی گنہگار ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر اسکے اخلاص یا بعض نیکیوں کی وجہ سے خدا اسپر رحم کرنا چاہیگا۔ تو جنت میں داخل کرتے وقت خدا اس کے سب گناہ معاف کر دیگا۔ پس جنت میں یہ کہنے کے کیا معنے ہوئے کہ ہمارے گناہ معاف کر۔ تو آیت متنازعہ فیہا کے یہ معنے ہیں کہ اپنی بشری کمزوریوں کے ڈھانپے جانے اور ان کی پردہ پوشی کے لئے دعا کرتا رہ۔ چنانچہ اسی لئے آگے فرمایا۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ۔ یعنی ایسی کمزوریوں سے صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے۔ کہ مصدر کو مفعول کی طرف بھی مضاف کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بولتے ہیں۔ "میرا گناہ معاف کر دیں" یعنی جو میں نے کیا ہے۔ اور آگے سے جواب ملتا ہے۔ "اچھا میں اپنا گناہ معاف کرتا ہوں" یعنی جو تم نے میرا گناہ کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی اس کی مثال پائی جاتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ۔ یعنی جو اپنے ظلم کے بعد انتقام لے۔ اسپر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں پر ظلم مظلوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے یعنی وہ ظلم جو کسی نے اسپر کیا ہو۔ اسی طرح وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ کے معنے ہونگے۔ وہ قصور اور گناہ جو لوگوں نے آپ کے کئے تھے۔ انکی معافی کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرو۔ چونکہ جن آیات سے آپ کے گنہگار ہونے پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ ان میں ذنب یا استغفار کا لفظ آیا ہے۔ اس لئے میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ اصل ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے مخالفوں کو باقی آیات کے سمجھنے میں غلطی نہ لگیگی ::

آخر میں میں ان لوگوں کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معصوم نہیں سمجھتے۔ آپ کے غلام کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کے حالات پر ہی غور کریں۔ اور انکی زندگی کو دیکھیں کیا آپ معصوم تھے یا نہیں۔ تب انہیں "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" کے مطابق اُنکے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معصومیت بھی معلوم ہو جائیگی۔

تاج الدین۔ لائلپوری

الہامی کتاب کی صداقت پرکھنے کے معیار

معیار اوّل :۔ جیسا کسی کا علم ہوتا ہے۔ ویسی ہی اسکی تصنیف ہوتی ہے۔ جس قابلیت کا کوئی صانع ہے۔ اسی درجہ کی اسکی صنعت ہوگی۔ اس تصنیف اور مصنوع سے صانع و مصنف کی بہت سی صفات و قابلیتوں کا علم ہو سکتا ہے۔ اہل مذاہب میں یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ ایک بے نظیر و بے مثل ہستی ہے۔ جیسے کہ فرمایا:۔ لیس کمثلہٖ شیءٌ۔ کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔ پس ضرور ہے کہ اس کی کتاب بھی اسی طرح عدیم النظیر ہو جس طرح کہ وہ خود ہے۔ ورنہ اسکی طرف منسوب کرنا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں اپنی کتاب کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ اس کی کوئی نظیر نہ لا سکے گا۔ جیسے کہ فرمایا

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم ان کنتم صادقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت للکافرین

اگر تم کو اس میں جو ہم نے اپنے بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتارا ہے۔ کچھ بھی شک ہے۔ تو آؤ اسکی بلکہ اسکے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصے کی مثل دکھاؤ۔ اور اس کام میں اپنے مصنوعی دیوتاؤں کو بھی شریک کرلو۔ اگر تم نے ایسا نہ کر دکھایا۔ اور یہ ہم پہلے بھی بتائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں کر سکو گے تو پھر اس آگ سے ڈرو۔ جو منکرین قرآن کیلئے طیار ہو رہی ہے۔ پھر فرماتا ہے:۔ قل لئن اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ کہ اگر جن و انس قرآن کریم کی نظیر لانے کے لئے اجتماع کریں۔ تو پھر بھی ہرگز اس کی نظیر نہ لا سکیں گے۔ نعم ما قیل ؎

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا ؛ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز ؛ تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

بھلا غور تو کیجئے کہ ہزاروں نامی شعراء موجود ہیں۔ اور ہزاروں فصاحت و بلاغت کے مدعی خطیب پائے جاتے ہیں۔ ایک ان پڑھ آدمی چیلنج دیتا ہے۔ اور اشتعال دلانے والے کلمات سے ان کی غیرتوں

کو اکساتا اور جذبات کو برانگیخت کرتا ہے۔ مگر چودہ سو سال گذرتے ہیں۔ اور وہ اسکی نظیر نہیں لا سکتے تو کیا اسمیں ذرا بھی شک رہ جاتا ہے۔ کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ انسانی طاقت کو اسمیں ذرا بھی دخل نہیں کیونکہ جو کام ایک انسان کر سکتا ہے۔ اُسے دوسرا یا بہت سے انسانوں کی مجموعی طاقت بھی کر سکتی ہے۔ ہمارا آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اکیلا ہے۔ اور مقابل پر سارا جہان ہے۔ پھر کونسی طاقت تھی۔ جس نے ان کی زبانیں بند کر دیں۔ اور انکے قلم روک دئے۔ محض اس کتاب کا اس بےنظیر ہستی کی طرف سے ہونا جو اسکی صداقت کی اجلی بدیہیات سے ہے۔ اور ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ آئندہ بھی اس کی کوئی نظیر نہ لا سکیگا ؂

معیار دوم۔ ہر ایک دوائی اور غذا اپنے اپنے موقعہ پر مفید اور نفع رساں ہوتی ہے۔ اور اگر بے موقعہ و بے محل استعمال کی جائے۔ تو بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان کرتی ہے۔ اسی طرح طبیب کی جسمی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب کوئی مریض بھی ہو۔ پس الہامی کتاب کے لئے بھی یہ ضروری ہے۔ کہ وہ فسادات و تنازعات کے موقعہ پر بھیجی جائے۔ ورنہ پھر اُلٹا اثر کرے گی۔ کیونکہ اگر ہم ایک بچہ کو جو زنا۔ شراب خوری وغیرہ وغیرہ سے انجان ہے۔ یہ کہیں کہ شراب مت پیئو۔ یا چوری مت کرو۔ تو اس کی غرض سوائے اس کے کہ اُسے ان جرائم کی ترغیب دی جائے۔ اور کیا ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید جیسی طبیب کتاب کو ایسے زمانہ میں اُتارا۔ جبکہ تمام دنیا شرک و فسق اور شرارت اور گمراہی میں مبتلا تھی۔ اسی حالت کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے۔ کہ:۔ ظهر الفساد فی البر و البحر۔ یعنی اہل کتاب و غیر اہل کتاب سب بگڑ چکے تھے۔ تب اس کتاب کو اُتارا گیا۔ جو عین مناسب وقت تھا ؂

معیار سوم۔ الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے منزل کے وجود پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالے۔ کیونکہ نئی کتاب کے نازل کرنے کا مقصد و مطلب ہی یہی ہے کہ اس وراء الوریٰ ہستی کو معلوم کر کے اسکے مقرب بننے کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ نہیں۔ تو وہ کتاب ہی بے غرض و بے مُدعا ہے

اس معیار کو نظر تعمق سے دیکھنے سے واضح ہو گا۔ کہ یہ ایک نہایت ہی عظیم الشان

اور بین ثبوت ہے۔ اور اس معیار میں سوائے قرآن کریم کے کوئی کتاب کسی صورت میں بھی پوری نہیں اُتر سکتی۔ کیونکہ ویدوں میں بقول اکثر ہندو۔ وایو۔ اگنی وغیرہ کی عبادت پر زور دیا گیا ہے۔ اور بائیبل میں ایک عاجز انسان کو خدا منوایا گیا ہے۔ صرف قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے۔ جو اپنے منزل کا حقیقی طور پر پتہ دیتی ہے۔

دیکھئے۔ اس مختصر میں کس طرح توحید بیان کیگئی ہے۔ فرماتا ہے:۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ ۚ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ کہ خدا ایک ہے۔ جو جزو وغیرہ سے مُبرا ہے۔ اور وہ تمام صفات کاملہ کا جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کوئی اس کا باپ ہے۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے ؛

معیار چہارم ۔ الہامی کتاب ایسی کتاب ہو کہ اس کی تعلیم پر عامل ہونے سے انسان خدا کا پیارا و مقرب اور لوگوں کے لئے قابل نمونہ بن سکتا ہو۔ کیونکہ برعکس صورت میں نتیجہ نکلیگا۔ کہ وہ کتاب کامل نہیں۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ ۔ کہ تمہارے لئے رسول ایک اسوہ حسنہ ہے۔ پھر فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ۔ کہ تو (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہدے۔ کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو۔ تو پھر میری اتباع و اطاعت کرو۔ اس کے بعد تم خدا کے پیارے بن سکتے ہو۔ پھر فرمایا:۔ والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ ۔ کہ جن لوگوں نے متبعین قرآن کی بھی پیروی کی۔ وہ بھی خدا کے راضی کرنیوالے بن گئے۔ پس اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جبکہ اس کے پیروؤں کے پیروؤں کا یہ حال ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ چنانچہ اُمت محمدیہ میں جو بے شمار صلحاء و اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ وہ صرف اسی پاک کتاب کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ ان کو شرف مکالمہ مخاطبہ عطاء ہونا ثابت کرتا ہے کہ وہ مقربین بارگاہ صمدی سے تھے ؛

معیار پنجم ۔ الہامی اور کامل کتاب کے لئے سب سے اشد ضروری یہ بات ہے

کہ وہ خدا تعالےٰ کی حفاظت میں ہو تاکہ انسانی دست وبرد سے بچ سکے۔ ورنہ اس کی صحت یا غیر صحت کا پتہ لگانا ایک مشکل کام ہو گا۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ کہ ہم نے ہی اس کتاب کو اتارا اور ہم ہی محافظ ہونگے۔ آج قرآن مجید پر چودہ سو سال گذرتے ہیں۔ مگر اس کے ایک شوشہ تک میں فرق نہیں پڑا۔ کسی کتاب کی حفاظت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) لفظی (۲) معنوی) اگر لفظی حفاظت نہ ہو۔ تو الفاظ میں فتور پڑجاتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے اسکی لفظی حفاظت کیلئے قراء و حفاظ کو پیدا کیا۔ تاکہ اس کا کوئی لفظ نہ بگڑ جاوے۔ اگر دنیا پر کوئی ایسا موقعہ بھی آجاوے کہ سارے انسان کے سب ہلاک ہو جاویں اور روئے زمین پر کوئی نہ باقی بچے۔ تب بھی قرآن کریم برباد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف اوراق میں ہی نہیں بلکہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔

اور اگر معنوی حفاظت نہ ہو۔ تو بھی اس کتاب پر اعتبار کرنا ناممکن ہو گا۔ اور صحیح معنی معلوم کرنے محال ہو جائینگے۔ اس لئے ابتداہی سے خدا کے مامور اس کام کو سرانجام دیتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس مائۃ کل سنۃ من یجدد لھا دینھا کہ اُمت محمدیہ پر ہر صدی میں ایک مجدد آتا رہے گا۔ جو اس اُمت کے دین کی تجدید کرے گا۔

معیار ششم کسی کتاب کے سچا پرکھنے کا چھٹا ذریعہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ دیکھا جائے کہ اس میں اس کے پیروؤں کو تمام دنیا کے افراد سے کس طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس میں یہ ذکر نہیں۔ تو پھر وہ کتاب خدا کی نازل کردہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ سب کا خالق ہے۔ اور ساری دنیا اس کی مخلوق ہے۔ جب تک وہ کتاب ساری مخلوق کے باہمی تعلقات پر روشنی نہ ڈالے۔ کیونکر الٰہی کتاب ہو سکتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہر ایک کے متعلق حکم دیا۔ مثلاً ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاءِ والمنکر والبغی میں نہ صرف خالق سے بلکہ مخلوق سے۔ جو تعلق چاہیے۔ اس کا اصول بتایا۔ ع

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

اللہ دتہ جالندھری۔ مدرسہ احمدیہ قادیان

چند اعتراضوں کے جواب

سوال اول قرآن و حدیث میں جس جس پیغمبر کا ذکر کیا گیا۔ اس سے وہی پیغمبر مراد لیا گیا اسی طرح قرآن و حدیث میں عیسیٰ بن مریم کا ذکر بھی جہاں جہاں آیا اس سے وہی مراد ہے نہ کوئی تمثیلی یا تاویلی پیغمبر۔ کیونکہ عیسیٰ بن مریم عَلَم ہے جس کی تاویل از روی علم معانی غیر ممکن ہے۔

جواب یہ کہنا کہ عیسیٰ بن مریم علم ہے جسکی تاویل از روئے علم معانی غیر ممکن ہے معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے عَلَم اور علم معانی کا لفظ کہیں سے سن لیا ہے لیکن بیچارہ کو یہ معلوم نہیں کہ فوت شدہ شخص کا نام جو بطور علم ہوتا ہے جب اسے کسی زندہ کے متعلق استعمال کیا جائے۔ یا بطور پیشگوئی کسی آیندہ شخص کے لئے استعمال میں لایا جاوے تو پھر اس عَلَم کی علمیت یا وصف سے بدل جاتی ہے۔ یا بتجدد علمیت سے۔ مثلاً معترض کے ہاں اگر لڑکا پیدا ہو اور وہ اس کا نام عیسیٰ رکھدے اور لڑکے کی والدہ کا نام مریم ہونے سے پھر لڑکے کو عیسیٰ بن مریم کہدیا کرے تو کیا یہ علم نہ ہوگا۔ یا عیسیٰ بن مریم جو اسرائیلی نبی ہیں انکی علمیت مسیح کیلئے مانع ہو گی۔ جب معترض کے لڑکے کی علمیت عیسیٰ کا نام رکھنے سے باطل نہیں ہوتی تو مسیح محمدی جو فرد من افراد امت محمدیہ ہے اس کا نام آنحضرت جیسا بزرگ نبی اور رسول اپنی وحی مقدس کے ماتحت عیسیٰ بن مریم رکھدے تو کیا مسیح اسرائیلی کی علمیت اور شخصیت مسیح محمدی کی شخصیت کیلئے مانع اور مبطل ہو گی۔ اور معترض کا لڑکا اگر عیسیٰ کا نام بطور غلط تفاول کے بھی اپنے اوپر لے سکتا ہے تو مسیح محمدی بطور صحیح تفاول بلکہ سچی اور حقیقی مماثلت کے تحقق کے ساتھ کیوں عیسیٰ کا نام اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ پھر معترض کو معلوم نہیں کہ پیشگوئی جو کشف رویا اور الہام کی بناء پر ہوتی ہے علی العموم ماوّل ہوتی ہے۔ اور اکثر مجازات اور استعارات کی قسم سے پائی جاتی ہے۔ اور کسی فوت شدہ بزرگ انسان کے نام پر پیشگوئی اسکے مثیل کے حق میں ہوتی ہے اور یہ صورت مسئلہ کی علم بیان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے نہ علم معانی کے ساتھ۔ اور مجاز اور استعارہ علم بیان کے اقسام سے ہیں جنکی نسبت تمام بلغاء کا اتفاق ہے ان المجاز ابلغ من الحقیقۃ والکنایۃ ابلغ من التصریح۔ اور استعارہ کی تعریف میں بلغاء نے یہ لکھا ہے الاستعارۃ لیست الا تشبیھا مختصرا لا یذکر فیہ غیر المشبہ بہ یعنی استعارہ صرف مختصر تشبیہ کا نام ہے جسمیں مشبہ بہ کے سوا کچھ مذکور نہیں ہوتا یعنی مشبہ بہ اور وجہ شبہ

یعنی معنی جامع ہمیں حذف ہوتا ہی۔ پھر لکھا ہے لا تنافی الاستعارۃ فی العلم الشخصی لعدم
امکان دخول شئی فی الحقیقۃ الشخصیۃ لان نفس تصور الجزئی یمنع من تصور
الشرکۃ فیہ الا اذا افاد العلم وصفا یصح اعتبارہ کلیا فتجوز استعارتہ کتضمن حاتم
للجود وقس للفصاحۃ فیقال رایت حاتما وقسا بدعوی الکلیۃ حاتم وقس ونحو
المشبہ فی جنس الجواد والفصیح۔ دیکھو جواہر البلاغہ یعنی استعارہ کا فائدہ علم شخصی میں نہیں
ہوتا۔ اسلیئے کہ حقیقت شخصیہ میں دوسرے کسی شخص کا داخل ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ تصور جزئی کا
نفس اسکے غیر کی شرکت کے تصور کیلیئے مانع ہے۔ ہاں جب علم وصف کا فائدہ دی تو پھر اسکے کلی ہونے
کا اعتبار صحیح ہوسکتا ہی پھر اسکا استعمال بطور استعارہ جائز ہے جیسی کہ حاتم علم ہے اور جود وسخا کی
وجہ سے اسکی علمیت وصف کی طرف منتقل ہوسکتی ہے ایسا ہی قس علم ہے اور بوجہ فصاحت اسکی
علمیت جزئیت سے کلیت اور وصف کی طرف منتقل کیجا سکتی ہے اور اس سے مشبہ جواد اور
فصیح کی جنس میں داخل کیا جائے گا۔ انھیں معنوں میں حضرت مسیح کا اسم جو بطور علم ہے اسکا
استعمال بطور استعارہ جائز ہے ونعم ما قیل

کیا شک ہے ماننے میں تمھیں اس مسیح کے — جسکی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب — خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اب جب ایک طرف حضرت مسیح اسرائیلی فوت شدہ ثابت ہیں اور دوسری طرف آنحضرت
کی تشریح واما مکم منکم کے الفاظ میں موجود ہے کہ آنے والا مسیح امت محمدیہ میں سے
ایک فرد ہوگا تو اس صاف اور کھلی صراحت کے بعد پھر بھی مسیح ابن مریم کے لفظ سے مسیح اسرائیلی
کو مراد لینا پرلے درجہ کی حماقت اور جہالت ہی۔ پھر بعض جاہل کہتے ہیں کہ حدیث میں مثل کا
لفظ نہیں حالانکہ استعارات میں جیسا کہ بتایا گیا مشبہ بہ مذکور ہوتا ہے نہ مشبہ اور وجہ شبہ
جیسے حاتم وقس کی مثال میں بتایا گیا اب ڈر ہے کہ معترض کسی عبارت میں یہ دیکھ کر کہ ینزل
حاتم وقس عند المسیح اپنی فاضلانہ شان علم کے ماتحت کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ حاتم اور
قس سے مراد وہی پہلا حاتم اور قس ہے باوجود اسکے کہ صدیوں سے اصل حاتم اور قس فوت
ہوچکے۔ اور اگر کسیکو رستم کہا جائے تو اس سے بھی پہلا رستم ہی مراد لے۔ حالانکہ بقاعدہ

علم مجازاً و استعارۃً علمیت وصف کی طرف منتقل ہو سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وحی اور کشف میں مسیح موعود کی پیشگوئی میں مسیح ابن مریم کا اسم جو بطور علم کے ہے بقرائن صحیحہ و بوجوہات موجّہ وصف کی صورت میں استعمال کیا گیا اور بطور استعارہ مشبہ کی جگہ مشبہ بہ کو لایا گیا +

سوال دوم مسیح موعود کے متعلق حدیثوں میں آیا ہے کہ مقام روحاء سے حج کے واسطے احرام باندھیں گے۔ اسے مرزا صاحب پر منطبق کیجئے +

جواب مقام روحاء سے احرام باندھنا تو مسیح محمدی کے لیے بھی ہو سکتا ہے لیکن مقامات احرام میں سے آنحضرت کے وقت سے لیکر آج تک تو کوئی مقام روحاء کے نام سے احرام حجاج کے لیئے نامزد نہیں فرمایا گیا۔ پس روحا کے مقام کو مسیح موعود کے احرام کیلئے مخصوص فرمانا کوئی خاص قابل غور بات ہے پھر بلحاظ پیشگوئی ہونیکے یہ خصوصیت ماؤل ہونیکے زیادہ قابل ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ واقعات اسکے ظاہر پہلو کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ سو مسیح موعود کے طواف کے متعلق جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں لکھا ہے وطواف عیسی ماؤل بان عیسی فی صورتہ الحسنۃ یدور حول الدین لاقامتہ واصلاح فسادہ وھو متکئ علی ما ایدبہ من العصمۃ والتائید۔ (یعنی طواف عیسی کا مسئلہ جو حدیث میں بطور پیشگوئی مذکور ہے وہ ماؤل یعنی تاویل طلب ہے اور وہ یہ کہ عیسی اپنی صورت حسنہ میں دین اسلام کے ارد گرد چکر لگائیگا تا اسکی بنا کو قائم کرے اور جو دجال کے فتنہ سے فساد اور خرابی پیدا ہو گئی اسکی اصلاح کرے۔ اور اسکا تکیہ کیلئے کاندھے پر ہاتھ رکھنا عصمت اور تائید کے معنوں میں ہے)

اسی طرح مقام روحاء سے احرام باندھنا بھی ماؤل ہی ہے۔ کیونکہ جب حج اور طواف کی حقیقۃ وہ کچھ ہے جو علامہ محمد طاہر نے اپنی بے نظیر کتاب مجمع بحار الانوار میں بیان کر دی تو اب احرام باندھنا جو مناسک حج کا ایک مقدمہ ہے وہ مقام روحاء کی نادرانہ خصوصیت کے ساتھ کیوں حج اور طواف کی طرح ماؤل نہ ہو گا۔ پھر جب حج اور طواف کی حقیقت ظاہری صورت سے بالکل الگ تھلگ ثابت ہوئی تو مقام روحا سے احرام باندھنا بھی اسی قبیل

سے ٹھہرا۔ اور جسطرح کعبہ جو طواف کیلئے معین مقام اور پھر ایک خاص مقام کا نام ہے جو اپنی حقیقت اور تاویل کے لحاظ سے دین اسلام سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ علامہ صاحب نے لفظ طواف کی لغت میں اسکا ذکر کیا تو اسی طرح روحا بھی جو احرام کیلئے ایک مقام کا نام بتایا گیا کعبہ کیطرح وہ بھی کسی روحانی اور معنوی کیفیت پر دال ہوگا۔ اور وہ علم تعبیر کی رو سے کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام میں اسطرح ہے من رای انہ فعل شیئا من المناسك فهو خير على كل حال وقيل ان الاحرام تجرد في العبادة او خروج من ذنوب. یعنی مناسک حج سے جو کچھ بھی عمل میں لایا جائے وہ ہر حال میں بہتر ہی بہتر ہے اور احرام باندھنے کی تعبیر تجرد فی العبادۃ اور گناہوں سے پاکیزگی ہے۔ اور اس تعبیر کی وہ روایت تائید کرتی ہے جو مفردات راغب میں لغت مسیح میں بالفاظ ذیل مذکور ہے وقد رُوی ان الدجال ممسوح اليمنى وعيسى ممسوح اليسرى قال ويعنى بان الدجال قد مسحت عنه القوة المحمودة من العلم والعقل والحلم والاخلاق الجميلة وان عيسى مسحت عنه القوة الذميمة من الجهل والشره والحرص وسائر الاخلاق الذميمة یعنی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ دجال دائیں آنکھ سے ممسوح یعنی اندھا ہوگا اور عیسی علیہ السلام بائیں آنکھ سے اور اسکا مطلب اور معنی یہ ہے کہ دجال سے علم صحیح اور عقل سلیم اور حلم وغیرہ اخلاق جمیلہ کی قوت محمودہ سلب کی جائیگی اور عیسی موعود سے جہالت اور حرص وطمع اور ایسا ہی دوسرے اخلاق ذمیمہ اور ردیہ کی قوت دور کی جائے گی۔ اور مسیح موعود کی اسی حالت کا نام حدیث میں احرام سے تعبیر فرمایا گیا۔ کیونکہ مسیح موعود کے حج اور طواف کعبہ کی جو کیفیت مجمع البحار میں بیان کی گئی۔ اسکے مناسب حال روحاء کے مقام سے آپکا احرام باندھنا اسی کیفیت کے ساتھ ہو سکتا ہے پھر جسطرح احرام کا حج اور طواف کعبہ سے پہلے ہونا ضروری ہے اسی طرح احرام کی تعبیری کیفیت سے مقدم ہونا مناسب ہے۔ وحق ما قيل ولا يخفى۔ اور لفظ روحاء مونث ہے نعت اَرْوَح کی جس کا مصدر رَوَحٌ بمعنی وسعت اور فراخی ہے جسمیں اشارہ ہے مسیح موعود کی اس وسعت اور رفعت شان کا جو آپکو جری اللہ فی حلل الانبیاء کے

برکات کے لیئے بطور مقدمہ و تمہید تقوی اور طہارت نفس کی صورت میں عطا کی گئی۔ جو دوسرے لفظوں میں آپ کے لیئے مقام روحا کا احرام تھا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

سوال سوم۔ بقول عبد اللہ بن سلام گوشہ بنا بر قبر مسیح علیہ السلام قریب حضرت صدیق و عمر رضی اللہ عنہ خالی ہے (ب) کنز العمال باب نزول المسیح میں ہے کہ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اجازت فرمائیں تو آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں آپ نے فرمایا اسمیں میرا کچھ اختیار نہیں وہاں تو سوا میری قبر اور ابو بکر اور عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبر کے کسیکی گنجایش نہیں۔ **جواب** بقول عبد اللہ بن سلام بر بنا قبر مسیح کسی گوشہ کا خالی ہونا تسلیم کرنا صحیح بخاری کی صحیح حدیث کے خلاف ہونے سے درست نہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری کی جلد اول باب ماجاء فی قبر النبی الخ میں یہ حدیث لکھی ہے عن عمرو ابن میمون الاودی قال رأیت عمر بن الخطاب رض قال یا عبد اللہ بن عمر اذھب الی ام المومنین عائشہؓ فقل یقرء عمر ابن الخطاب علیک السلام ثم سلھا ان ادفن مع صاحبی قالت کنت اریدہ لنفسی فلاوثرنہ الیوم علی نفسی۔ یعنی عمر بن میمون نے کہا کہ میں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ آپنے بیٹے عبد اللہ کو فرمایا کہ تم حضرت ام المومنین عائشہ کی خدمت میں جاؤ اور میرا سلام عرض کرو اور پھر میری طرف سے یہ درخواست پیش کی جائے کہ عمر کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے دو رفیقوں کی معیت میں دفن کیا جاؤں۔ اسپر حضرت عائشہ نے جواباً فرمایا کہ وہاں دفن ہونیکے لیئے تو میری خواہش تھی لیکن اسوقت میں عمرؓ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتی ہوں اور ازراہ ایثار اسکے دفن کو پسند کرتی ہوں + اب اس حدیث کے ہوتے ہوئے عبد اللہ بن سلام کا قول بصورت تعارض ترجیح حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے مدفون ہونے سے پہلے صرف ایک قبر کی جگہ ہی باقی تھی جو حضرت عائشہ نے اپنے لیے رکھی ہوئی تھی اور جسے حضرت عمر کی درخواست پر ایثار کر دیا۔ اور پھر عبد اللہ بن سلام کا قول الفاظ حدیث نہیں اور حضرت عمرؓ کے دفن کا مسئلہ ایک امر واقع اور تاریخی بیان ہے اور قول مخالف واقعات کی تکذیب نہیں کر سکتا۔ اور یدفن معی فی قبری والی حدیث جو ابن الجوزی نے کتاب الوفا میں ذکر کی ہے وہ بوجہ اشکال ظاہری مأول اور از قبیل متشابہات ہے جسکا مطلب صرف برزخی قرب مراد ہے۔ لا غیر +

کنز العمال والی حدیث جو ابن عساکر سے لی گئی ہے اسکے متعلق دیباچہ میں خود مصنف نے لکھدیا ہے وکل ما عزی الی ابن عساکر...... فھو ضعیف فیستغنی بالعزو الیہ یعنی جو جو روایت علاوہ اور رواۃ مذکورہ کے ابن عساکر کی طرف منسوب کی جاوے ضعیف ہے اور اسکے ضعیف ہونیکے لیئے بس اسی قدر کافی ہے کہ وہ ابن عساکر کی طرف منسوب ہے۔

اب بتایئے جس روایت کی ثقاہت کا حال مؤلف کتاب کے نزدیک یہ وقعت رکھتا ہے اسکو میدان مقابلہ میں لانا کس قدر خجلت اور ندامت کا پیش خیمہ ہے۔ پھر اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حضرت عمر کو حضرت عائشہؓ سے اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی دوسرے حضرت عائشہ کو اس حدیث کی صحت کی بنا پر فلاؤ ثرنہ علی نفسی کہنے کا کیا حق حاصل تھا حضرت عمر یا دوسرے صحابی اس حدیث کی بنا پر کہہ سکتے تھے کہ حضرت عائشہ کا وہاں دفن ہونا ممنوع ہے اور حضرت عمر پہلے سے ہی حدیث مذکور میں نامزد ہو چکے ہیں۔ اسلیئے اب اجازت طلب کرنیکے کیا معنے۔ پھر حدیث عائشہ جو تلخیص الصحاح کی کتب التعبیر میں ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے خواب دیکھا کہ میرے حجرہ میں تین چاند گرے ہیں جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو حضرت ابو بکر نے فرمایا عائشہ تیرے خواب والے تین چاندوں سے یہ ایک چاند ہے اور ان تین چاندوں سے بہترین ہے۔ پھر آنحضرت کے بعد حضرت صدیق اور فاروق کے دفن ہونے سے وہ ثلثۃ اقمار یعنی تین چاندوں والا خواب پورا ہو گیا۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ موعود کا بھی وہاں دفن ہونا مقدر ہوتا تو بجائے تین کے چار چاند ہونے چاہئیں تھے نہ تین۔ پس ان سب باتوں سے ثابت ہو گیا کہ کنز العمال والی روایت قابل اعتبار نہیں ✦

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

از میاں نظام الدین صاحب جہلمی مہاجر قادیان

اے خالق ارض و سما اے مالک ہر دوسرا　　اے چشمۂ نور و ہدیٰ اے قادر مطلق خدا
محتاج ہے تیرا سدا دنیا میں ہر چھوٹا بڑا　　ہے کون پھر تیرے سوا ہو جس کا ہم کو آسرا
سن لے ہماری التجا اب ہو گئے لاچار ہم

یارب کریں کس سے بیاں ہم اپنے غم کی داستاں　　دشمن ہوا سارا جہاں اب بھاگ کر جائیں کہاں
ہم ہو رہے ہیں نیم جاں آنکھوں سے ہیں آنسو رواں　　جبتک نہ ہو تو مہرباں دشمن سے کب پائیں اماں
اس حال میں اپنے یہاں جینے سے ہیں بیزار ہم

کر رحم کی ہمپہ نظر تیرے سوا جائیں کدھر　　ہر سمت سے اسلام پر ہے چھا رہا خوف و خطر
لگتا ہے اپنے ہم کو ڈر دشمن کا حملہ دیکھ کر　　دل کو تسلی ہے مگر تو ہے ہماری پشت پر
در پر ترے با چشم تر آئے ہیں ہو کر زار ہم

ہمنے لگایا زور سب بڑھتا گیا رنج و تعب　　پھر کیا کریں تدبیر جب بنتا نہیں کوئی سبب
اسلام پر یہ وقت اب کیا آگیا ہائے غضب　　ہیں منتظر ہم روز و شب آئے ہمیں امدادِ رب
جو حکم ہو با صد ادب کرنے کو ہیں تیار ہم

وہ شان اور شوکت کا گھر لندن تھی جس سے تاجور　　تھا فخر جسکو سر بسر اپنے تمام امثال پر
دشمن کی ہے اپنے نظر اسکے در و دیوار پر　　خم ہو گئی اپنی کمر اب یہ مصیبت دیکھ کر
ہے درد تو دلمیں مگر کیونکر کریں اظہار ہم

اسلام پر یہ ابتلا کیوں دوستو نازل ہوا　　سوچو ذرا بہر خدا کہتا ہوں تم کو برملا
وہ جرم ہمنے کونسا دنیا میں ہے ایسا کیا　　جس سے ہوا ہمپر خفا وہ مالک ہر دوسرا
پھرتے ہیں مثل بے نوا در در ذلیل و خوار ہم

اسلام کا اک پہلواں وہ احمدؐ آخر زماں　　بتلا گئے جسکا نشاں دنیا کو شاہ انس و جاں
آیا تھا جو بہر جہاں شہزادۂ امن و اماں　　تھی معجزہ جسکی زباں جادو نگہ شیریں بیاں
اے منکرو کہدو کہ ہاں کرتے رہے انکار ہم

گر مان لیتے ہم سبھی جو بات اُسنے تھی کہی ہوتی نہ پھر ایسی کبھی حالت ہماری قوم کی
اب بھی اگر ہم پیروی اسکی کریں جو ہے جری تو ہی یقیں آئے ابھی نصرت بفضل ایزدی
پس آؤ بنکر متقی حق کا کریں اقرار ہم

ہمنے سنی اسکی ندا تھا کھولکر اس نے کہا میں ہوں تمہارا پیشوا نائب رسول پاک کا
چھوٹا ہو کوئی یا بڑا ہو شاہ یا کوئی گدا جو دور اب مجھ سے ہے آخر وہ کاٹا جائے گا
پھر بھی نہ اسکی یہ صدا سنکر ہوئی بیدار ہم

ہے وقت اب بھی دوستو انجام اپنا سوچ لو ایسا نہ ہو پھر حشر کو حسرت سے ہاتھوں کو ملو
ہر سمت سے اسلام ہو نرغہ میں جب اے دوستو پھر کسطرح بتلاؤ تو مسلم کے دلکو چین ہو
نکلیں نہ کیوں تبلیغ کو سب چھوڑکر گھر بار ہم

کامل الہامی کتاب کے لیئے ضروری ہے کہ اس کی تعلیم تمام دنیا کے مناسب حال ہو۔ اور پھر دنیا کے اکثر حصہ میں پھیل بھی جائے اور پھیلانے کے لیئے سامان بھی مہیا ہوں۔ صندوقوں میں ہی بند نہ پڑی رہے۔

دیکھیئے قرآن مجید نازل ہوا تو ساتھ ہی اسکے پھیلانے کے سامان بھی بہم پہنچ گئے۔

پھر ضروری ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ پاکوں کی ایک جماعت پیدا ہو جائے۔

اور لوگوں کی گناہ آلود زندگیوں کو بدل دے جیسا کہ قرآن مجید نے عرب میں کر دکھایا۔

پھر کامل کتاب کی زبان کی حفاظت بھی ضروری ہے چنانچہ عربی زبان محفوظ ہے (جو قرآن مجید کی ہے نہ کہ وید کی۔)

پھر اسکے الفاظ کی بھی حفاظت ہو اور اسکے معانی بھی محفوظ رہیں چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ محفوظ رہنے کیلئے علاوہ اور سامانوں کے حافظوں کی جماعتیں پیدا ہوگئیں اور معانی کیلئے ایسے آدمی پیدا ہوئے ہیں جو خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر تعلیم اسلام کی تجدید کرتے ہیں اور اسے ہر قسم کی ملاوٹ اور اشتباہ سے محفوظ رکھتے ہیں +

نیسنرت گورو چیلے میں چپقلش نشنارت

بانئ آریہ سماج قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت اور بے مثال ہونے کو بزعم خود غلط سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کیا اکبر بادشاہ کے زمانے میں مولبی پھیجی (مولوی فیضی) (سوامی کا سلیقہ علم الٰہی دو لفظوں سے عیاں ہے) نے بے نقط قرآن نہیں بنا لیا تھا۔ الخ"

(ستیارتھ پرکاش چودہواں سمولاس)

شری سوامی دیانند آنجہانی فیضی کو بے نقط قرآن کا مصنف بتلاتے ہوئے اسے قرآن شریف کے مقابل پیش کرتے ہیں۔ ہمیں تو بذات خود اس عامیانہ بات کا جواب غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے سوامی جی کے خاص الخاص شاگرد یعنی چیلے کا بیان پیش کرتے ہیں۔ پنڈت لیکھرام اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر ص۵۶۸ کالم ع۱ پر لکھتا ہے کہ:

"براہمنوں (یہ کتب کا نام ہے) کی نسبت الہامی ہونے کا دعویٰ ایسا ہی بے بنیاد ہے جیسا کہ فیضی کی بے نقط کتاب سواطع الکلام کو فیضی کا قرآن سمجھنا حالانکہ سوائے چند جہلا کے کوئی عالم اس کا قائل نہیں۔ الخ"

سماجی دوستو بتلاؤ بقول لیکھرام "چند جہلا" میں۔ سوامی جی مہاراج بھی شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ بس یہ فیصلہ تمہیں پر چھوڑا۔

متبوع اور تابع میں اختلاف

"اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں۔ کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں۔ وہ سب کرو۔ اور مانو۔ لیکن ان کے سے کام مت کرو۔ الخ" (انجیل متی $\frac{1}{۲۳-۲-۱}$)

یہاں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توریت اور فریسیوں کے احکام کو واجب العمل بتایا ہے۔ مسیح متبوع کے فرمان کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ذرا لگتے ہاتھ پولوس تابع کا بھی بیان سن لیں

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑا لیا" (گلیتھون ۳/۱۳)

استاد تو توریت کو واجب العمل ٹھہرا گئے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی خاص طور پر تاکید کرے۔ مگر شاگرد ہے کہ اس شریعت کو لعنت قرار دے۔

پھر استاد نے یہ فرمایا۔ کہ

"یہ نہ سمجھو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی ۵/۱۷)

مگر برعکس اس کے اسی کا شاگرد یہ کہتا ہے۔ کہ

"غرض پہلا کلام (یعنی تورات) کمزور اور بے فایدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا۔ الخ" (عبرانیاں ۷/۱۸)

اے یسوعی دوستو! بتلاؤ متبوع کا حکم درست ہے یا تابع کا۔ استاد کا یا شاگرد کا خداوند کا یا خادم کا۔ ہاں اپنے فیصلہ سے جلد اطلاع دو۔

وید محفوظ عن الخطا نہیں

"وید تو بوجہ پرمیشور کے الہام ہونے کے منزہ من الخطا اور ثابت بالذات ہیں" (ستیارتھ اردو صـ ۹۳)

یہ وہ دعوٰی ہے۔ جو رشی دیانند کے لفظ لفظ اور حرف حرف کو ویدوں کی طرح منزہ من الخطا ماننے والے آریہ سماج کے ممبروں کی زبان سے اکثر سنا جاتا ہے۔ (اور خود رشی نے بھی کہا ہے۔) یہ ایسا دعوٰی ہے۔ جس کی بطالت اور لغویت کے ثابت کرنے کیلئے ہمیں کسی عقلی برہان کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ماشاء اللہ وید بھگوان اس کام کو خود ہی بوجہ احسن سرانجام دے رہا ہے۔

عزیز ناظرین! سنئے وید بھگوان سوامی دیانند کے مقولہ بالا دعوٰی کی تردید میں کیا فرما رہا ہے۔

"ہم لوگ .... بہت ہی بزرگ دل میں رہنے والے پرمیشور۔ روح اور جان کے رئیے نہایت ہی سکھ روپ وید کا اچھے طور اپدیش (وعظ) کریں۔

(رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۴۳ منتر ۱)

مہرشی دیانند کے معتقدو۔ بتلاؤ جو کتاب یہ اپدیش اور ایسی تعلیم دے۔ کہ لوگ پرمیشور کو بھی ویدوں کا وعظ کریں۔ محفوظ عن الخطا ہو سکتی ہے؟ ہاں انصاف سے بتلانا۔ کیا ایشور کی ذات لوگوں کی نصائح اور مواعظ کی محتاج ہے۔ کیا اس میں بھی اخلاقی دینی دنیوی ترٹیاں کمزوریاں اور کمیاں ہیں۔ جس کے لئے کسی ناصح اور بزرگ واعظ کی ضرورت ہو گی۔

متر داہ دستو! تمہیں اب یہی واجب ہے۔ کہ رشی دیانند کا کوئی بھی دعویٰ کیوں نہ ہو جب تک خود کافی تحقیق و تدقیق نہ کر لو مت تسلیم کرو۔ ورنہ اس کا نتیجہ سوائے ذلت اور پشیمانی کے کچھ نہیں۔ یہ منتر بطور نمونہ لکھا گیا ہے۔ ورنہ ایسے بیسیوں منتر موجود ہیں +

بائبل بھی منزہ عن الخطا نہیں

بائبل کے متعلق اس دعویٰ کی تائید میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہ لکھتے ہوئے ایک فاضل عیسائی کا ہی ذیل میں مختصر سا قول نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ رسالہ ماڈرن ریویو کا فاضل ایڈیٹر لکھتا ہے۔

"بائبل کا محفوظ از خطا ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کے بے شمار مقامات ثابت شدہ علمی تحقیقات کے بالکل مخالف ہیں۔ اس کے کئی حصے افسانہ کی قسم کے ہیں۔ اس کے تمام بیان کردہ واقعات کو صحیح تاریخی واقعات نہیں کہا جا سکتا۔ اور اس میں بعض ایسی تعلیمیں ہیں۔ جو بلا واسطہ یا بالواسطہ ہماری اخلاقی حس کو صدمہ پہنچاتی ہیں۔ اور یہ کہنا درست نہیں۔ کہ بائبل کا بڑا حصہ علمی اور تاریخی پہلو سے صحیح اور اخلاقی پہلو سے اعلیٰ پایہ کا ہے۔ ایک ایسی کتاب یا کتابوں کا مجموعہ جس کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے بذریعہ الہام نازل ہوئی غلطیوں سے بالکل پاک ہونی چاہئے۔ اور کسی ذرا سی بات میں بھی اس میں نقص

نہیں ہونا چاہیئے "

ویدوں کی گمگشتگی

وہ پہلے زمانہ (قدیم زمانہ) میں شاکل واشکل۔ آشولاین۔ شانکھائن۔ مانڈوکائن ان پانچ حصص میں رگوید منقسم تھا (اور) موجودہ وقت (زمانہ) میں صرف شاکل رگوید ملتا ہے۔ دیگر چار حصص اس کے غائب ہو گئے ہیں) یہ بیان شونک رشی کی تصنیف "چرن ویوہ" میں موجود ہے " (مقتبس از کتاب وید ترئی سمالوچنا ہندی مصنفہ پنڈت، کملا نند شرما کوئی رتن)

آریہ سماج کے بہادر پرتھو۔ سناتن دہرم کے معتقدو! ویدوں کو محفوظ عن التحریف والالحاق بتلانے والو! تعصب اور پکش پات کو چند منٹ کے لئے اپنے دل سے نکال کر محولہ بالا عبارت کو دیکھو۔ اپنی روائتی ضد اور ہٹ کو تھوڑے عرصہ کیلئے خیر باد کہکر شونک رشی کا فرمان سچائی کے متلاشی بن کر پڑھو۔ کیا اس عبارت کے اس بیان کے رشی کے ان الفاظ کے ہوتے ہوئے تمہارا دعویٰ قایم رہ سکتا ہے۔

اس زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے بھی تم ویدوں کو محفوظ اور مصئون ہی مانے جاوگے۔ کیا اب بھی مسلمانوں سے یہی مطالبہ کرتے جاوگے۔ کہ

اے مسلمانوں تم قرآن کو ہمارے سامنے تب پیش کرو۔ جب ویدوں کو بائبل کی طرح محرف مبدل یا ضایع شدہ ثابت کر کے دکھاؤ"

اے دیانندی اور سناتنی حضرات!

مسلمانوں کو ویدوں کے محرف و مبدل ثابت کرنے اور ان کے ضایع ہو جانے کی اسناد دلائل پیش کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔ اللہ تعالےٰ نے خود ہی تمہارے قدیم رشی کے قلم سے ہزاروں سال پہلے ہمارے دعویٰ کے اثبات اور صداقت کیلئے ایسا بیان لکھوا دیا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

(باقی آیندہ بشرط فرصت) فضل حسین احمدی مہاجر قادیان

طاقت بڑھانے والا پھل نمبر ۳

کولاٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہی زیادہ فکر یا محنت کی وجہ غم و بیماری و تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے نئی طاقت پیدا ہوتی ہی یہ دم کو بڑھاتا ہی اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑہائی کشتی کرنا ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا یہ ہولدل و دھڑکن کو روکتا ہی رات کو جاگنا ہو اسکو پی لیجئے تکان نہیں ہوگا یہ شراب و افیون کی عادت کو بھی چھوڑاتا ہی مفصل حالت کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھئے قیمت ۳۲ خوراک شیشی ۱عہ محصول ڈاک ۵ابعہ یا ہر جگہ دکانداروں ڈاکٹروں اور دوا فروشوں سے ملسکتی ہی اور کارخانہ سے طلب کیجئے *

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخموں میں فائدہ کرتا ہی زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہی اور زخم صاف ہو کر جلد انگور کیطرح بھر آتا ہی اور نیا چمڑہ پیدا ہو کر زخم کو آرام ہو جاتا ہی معمولی زخم سے لیکر سڑی گلے زخم ناسور تک سے مسادی اثر دکھلاتا ہی قیمت ایک اونس کی ڈبیہ ۵ر زخم دہونیکی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دہونا بھی چاہئے جس دوا سے زخم دہونیکا پانی بنتا ہی چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کی صورت بنی ہوی ہی ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دہونیکا پانی بنتا ہی مرہم کیساتھ ٹکیہ ملسکتی ہی قیمت فی ٹکیہ ار محصول ڈاک ہر دو ۵ر *

کونین کی ٹکیاں

خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں و سنہلی ٹین کی ڈبیا میں ۱۶ ٹکیاں رہتی ہیں کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ کونین کی ٹکیاں پاس رکھئے اسمیں وزن کی ضرورت نہ کھانیمیں تکلیف قیمت ۱۶ ٹکیونکی ڈبیہ ۸ر محصول ڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک *

داد کا مرہم

ہر قسم کے کھجلانے والے داد کو آرام کرنا ہو تو دیکھیئے جناب مہاراجہ صاحب ریاست شنکر پور ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں یہ دوسرا موقعہ ہی کہ آپکے داد کی مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے میں نے ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں اسکے استعمال کرنیوالے بھی جناب مہاراجہ صاحب کیطرح سے مداح ہیں کیونکہ دو تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے یہ مرہم اچھا کر دیتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۳ر محصول ڈاک ایک سے چھ تک ۶ر *

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ۔